کلیسا سے مسجد تک

ترجمہ و تفہیم: مولانا محمد ادریس السلفی
مدرس جامعہ سلفیہ

تین سرکردہ علماء کی قیادت میں ۹ ہجری کو 60 اہل نجران کا قافلہ یثرب کی طرف روانہ ہوتا ہے۔

عاقب عبدالمسیح مشہور صاحب الرأی قیادت کا فریضہ سنبھالے جبکہ سفر کے معاملات اور نظم و نسق کا السید الأیھم کے ذمہ۔

تیسرا شخص ابو حارثہ بن علقمہ بکری جو نجران کا بالاتفاق دینی امور و معاملات میں رئیس تھا اور اس مقام و مرتبہ کی بناء پر سب کی نگاہ میں معزز و مکرم تھا حتی کہ رومی حکمران اس کی علمی سیادت کے معترف اور اس کی مذہبی پیشوائی کے قائل تھے۔

سابق الذکر دونوں راہنماؤں کے ساتھ جب ابو حارثہ نے بھی یثرب روانگی کا اصرار کیا تو حکمران اسے ردنہ کر سکے۔

قافلہ یثرب کی طرف رواں دواں تھا سب کی گفتگو کا محور یہی ''یثرب'' تھا مکہ سے یثرب منتقل ہونے والی یہ نئی دعوت جس کی خبریں مکہ و یثرب کی طرف سفر کرنے والوں کی زبان زد عام تھیں عاقب اور السید الأیھم بھی اس قریشی کے متعلق گفتگو میں مشغول تھے جس کی دعوت اس سارے انقلاب کا سبب تھی اور سب شہری و بدوی اس کے گرویدہ ہو چکے تھے۔

رومی سلطنت کے امراء کو بھی یہ خبریں متواتر پہنچ رہی تھیں جس کی تحقیق کیلئے انہوں نے نجران کے علماء کو روانہ کیا تھا تا کہ اس کی دعوت کو قریب سے بلاکم و کاست دیکھ کر جائزہ لے سکیں۔ عاقب اور السید الأیھم بھی تو مذہبی ذمہ داری کے لحاظ سے اس دعوت کی حقیقت تک رسائی کے ذمہ دار تھے وہ بھی یہ بات محسوس کرتے تھے کہ مذہبی سیادت کے متعلق حکومت کا ان پر بھروسہ اور اعتماد ہے۔

حکومت انہیں ان کے نظریات پر قبول و نشر میں اعتماد کرتی تھی۔ اس قافلہ میں ایک اہم ذمہ دار عالم ابو حارثہ اپنے من میں ڈوبا اس ساری گفتگو کو سن تو رہا تھا مگر اس میں حصہ نہیں لے رہا تھا۔ اس ذومعنی خاموشی کا سب احترام کئے ہوئے تھے وہ سمجھ بھی تو رہے تھے کہ ابو حارثہ ضرور دلی عبادت میں مشغول ہے۔ جو اسے ماحول سے بے اعتنا کئے ہوئے ہے۔ ابو حارثہ صرف ضرورت کے وقت لب کشائی کرتا رہا اور جو بھی صرف اس اجتماعی عقیدے کے متعلق جو مملکت کا طے شدہ عقیدہ تھا کہ مسیح ''اللہ'' ہیں بعض کے نزدیک اللہ کا بیٹا بعض کے نزدیک تین خداؤں میں سے ایک جو ملکر خدائی وحدت ہیں اس مسئلہ میں فیصلہ کن گفتگو کے انداز میں یہی فرماتا کہ ''تیقیہ'' کے فیصلہ میں اجتماعی فیصلہ مسیح کی الوہیت ہی قرار پایا ہے۔ (جو سابقہ افلاطونی فلسفہ کے زیر اثر قرار پا گیا تھا اس سے ''ثلاثہ'' ایک وحدت میں سمو جانے کا نظریہ قائم ہوا اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا مسیحیت سے خارج قرار دے دیا گیا) لیکن اس نے محسوس کیا کہ دونوں سامعین پر کلام کما حقہ واضح نہیں ہو رہی تھیں تو بلا تردد و تشکیک بڑے باوقار انداز میں جواب دیا ''انسانی عقل و دانش اس معاملہ کو سمجھ نہیں سکتی اور ایک مسیحی پر اسے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں''۔

السید الأیھم نے رات گزارنے کیلئے پڑاؤ کا حکم جاری کیا۔ ابو حارثہ کیلئے اون اور ریشم کا بنا ہوا خیمہ جو قیصر روم نے تحفہ دیا تھا نصب کر دیا گیا کرز اپنے بھائی ابو حارثہ کی خچر پکڑے اس خیمہ کی طرف لے جاتا ہے۔ خچر خیمہ کیلئے گاڑھی گئی ایک لکڑی سے لڑکھڑاتی ہے مگر سنبھل گئی اس غیر متوقع معاملہ پر کرز کی زبان سے پیغمبر اسلام کیلئے نازیبا الفاظ نکلتے ہیں جن سے اس کی انتہائی ناپسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ سارا راستہ وہ قریشی و ہاشمی اور ان کی تعلیمات ہی موضوع سخن رہے تھے۔

اس کے بھائی نے بلا توقف اس کی بات کو رد کرتے ہوئے کہا'' بلکہ اے کرز تیرا برا ہو'' کرز، اسقف سے یہ اجنبی سا جواب سن کر حیرت زدہ رہ گیا کہ بھائی نے کیونکر محمد (ﷺ) اور ان کی دعوت پر میری ناپسندیدگی کو برا جانا ہے۔ پر ثانی کے عالم میں کرز نے یہ بات سن کر سر جھکایا پھر سر اٹھاتے ہوئے خشک سا لہجہ اپنا کر بھائی سے پوچھا: النبی...... الذی کنا ننتظر ...... وہ نبی جس کا ہم

انتظار کر رہے تھے؟

ابو حارثہ نے اطمینان سے جواب دیا ہاں! تمہیں وہ بڑے بڑے علماء کرام سے وراثۃ ملنےوالے مخطوطات کاعلم ہے؟ اللہ کی قسم ان میں عیسیٰ علیہ السلام نے محمد ﷺ کی بشارت دی ہے بلکہ اس کے جائے پیدائش جائے ہجرت عادات وخصائل اوراس کی دعوت سب کی نشاندہی اورصفات کا تذکرہ موجود ہے کرز نے بات کاٹتے ہوئے عرض کیا: اگر بات ایسی ہی ہے تو آپ اس خیال کے مطابق کیوں ڈھل نہیں جاتے آپ پر حق بنتا ہے کہ اس حقیقت سے سب کو آگاہ کریں اورانتقال امانت میں پیش رفت کریں۔ اسقف ابو حارثہ نے لمبی سانس لی رازداری کی صورت میں آہستگی سے بولا اے بھائی کرز یہ شرف وعزت مخدومیت اور مال و زر پاؤں کھینچے ہوئے ہیں۔ ہمارے محسنین اس کی مخالفت کا عزم کر چکے ہیں اور میرا کلمہ حق بلند کرنا سب رونق سے محرومی کے مترادف ہوگا!

نجرانی قافلہ راستہ طے کرتے ہوئے یثرب کی فضاؤں میں پہنچ جاتا ہے۔ کچھ دیر کیلئے قافلہ روکا گیا۔ ہر کوئی غبار سفر صاف کرتا اپنی پوشاک درست کرتا ہے اکثریت یمنی نفیس چادروں میں ملبوس ہے جس کا جزیرۃ العرب میں پایا جانا محال نہیں تو ممکن بھی نہیں۔ مسجد نبوی کے ساتھ خیمہ بستی قائم ہوگئی۔ جس کے متعلق عام طور پر سب کو معلوم تھا کہ یہیں وفود کا استقبال ہوتا ہے۔ آپ نے مسجد نبوی میں انکا استقبال کیا۔

اسقف نے گفتگو کا آغاز کیا پھر العاقب نے بات کو آگے بڑھایا اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور عیسائیت کی تعریف کرنے کے بعد دین مسیح میں اخلاق تواضع اور نیکی کی ترغیبات کی تحسین واضح کی جس کا مقصد اس نئی دعوت اور دعوت مسیح کا امور خیر میں اتفاق واشتراک بتانا تھا۔ آپؐ نے بھی اساس دین وشرائع یعنی توحید کو سراہا جس کے بغیر کوئی بھی دعوت ناکارہ ہوتی ہے۔ آپ نے دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''اسلما'' دعوت اسلام قبول کرلو۔

دونوں نے بات کو دوسری طرف پھیرتے ہوئے اسلام کا لغوی معنی ''اطاعت و فرمانبرداری'' مرادلیا اور کہا ''قد اسلمنا'' ہم تو پہلے ہی مسلم ہیں اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں۔ آپؐ نے اس بات کو بھانپ لیا اور فرمایا آپ اللہ تعالیٰ کے مطیع کہاں دونوں نے پھر کہا کہ ''قد اسلمنا'' تب آپؐ نے توضیح کے طور پر فرمایا آپ اطاعت میں کیسے سچے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد، صلیب کی عبادت وتکریم اور خزیر کا کھانا یہ اطاعت ربانی ہے۔ اب دونوں خود اپنے طرز اطاعت کی وضاحت کرنے لگے اور اپنے معتقدات کا دفاع شروع کر دیا ادھر حقیقت مسیح علیہ السلام سے متعلق غلط بیانیوں اور دوسرے اعتقادات فاسدہ کے جوابات کیلئے آمد جبرائیل علیہ الصلوٰۃ جاری ہوگئی اور سورۃ آل عمران کی تقریبا 90 آیات اتاردی گئیں۔ قطعی دلائل و براہین کے آگے مہمانوں کے دلائل کا سلسلہ رک گیا اور اب تو صرف ضد بازی اور میں نہ مانوں کے تک نوبت آ گئی اب ہٹ دھرمی کا بڑا سخت اور خوفناک صورت میں جواب نازل ہوتا ہے ''**فمن حاجک فیہ من بعد ما جاء ت من العلم فقل تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین**۔ جو آپ کے پاس اس علم کے آجانے کے بعد آپ سے اس میں جھگڑے تو آپ کہہ دیں کہ آؤ ہم تم اپنے اپنے فرزندوں کو اور ہم تم اپنی اپنی عورتوں کو اور ہم تم اپنی اپنی جانوں کو بلالیں پھر ہم عاجزی سے التجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں۔

آپ نے رب ذوالجلال کا کلام گوش گزار کیا اور فرمایا کہ آیئے مل کر سچے کیلئے دعا اور جھوٹے کیلئے بارگاہ الٰہی سے عقاب اور عذاب کی درخواست پیش کریں تم بھی اور میں بھی یوں فیصلہ طلب کریں سب ہکے بکے رہ گئے اب کوئی بھی چارہ کار نہ تھا۔

سب اسقف کیطرف دیکھ رہے تھے تاکہ جو غیر متوقع صورت حال پیدا ہو چکی ہے اس میں وہ اپنی حتمی رائے قائم کرے اور اس بندگلی سے نکل سکیں۔ اسقف نے آپ ﷺ سے کہا **دعنا ننظر فی امرنا ثم ناتیک بما نرید ان نفعل فی ما دعوتنا الیہ**

اس کے حتمی جواب کیلئے ہمیں سوچنے کا موقع دیں تاکہ ہم اس مباہلہ کے متعلق آپ کو جواب دے سکیں۔

رات انتہائی تاریک تھی اور اس نئی پریشانی نے سب کی نیند ختم کر دی تھی ابو حارثہ نے سب کو اس صورت حال کے متعلق رائے دہی کیلئے کہا: تاکہ سب کا مؤقف سامنے آسکے اور ساتھ عاقب عبدالمسیح کو کہا کہ تم حسن تدبیر سے اس معاملہ کو نپٹانے کی فکر کرو اب حتمی جواب

کیلئے 14 رؤساء کی مجلس مشاورت مقرر ہوگئی۔ ابوحارثہ نے بری الذمہ ہونے کیلئے رائے دی۔

واللہ یا معشر النصاریٰ لقد عرفتم ان محمد النبی مرسل ولقد جاء کم بالفصل فی خبر صاحبکم الذی تختلفون علیہ ولقد علمتم مالا عن قوم نبیا قط فبقیٰ کبیرھم . ولا نبت صغیرھم وانہ للإستئصال منکم ان فعلتم فان کنتم قد ابیتم الا إلف دینکم، والاقامۃ علی ما انتم علیہ من القول فی صاحبکما -- السید المسیح -- فوادعو الرجل ثم انصر فوالی بلادکم.

میرے عیسائی دوستوں اللہ تعالیٰ کی قسم تم یہ جان چکے ہو کہ محمد ﷺ برحق نبی رسول ہے اور مسیح کے متعلق جو اس نے کہا بات وہی ہے اور آپ سب جانتے ہیں کہ نبی اگر کسی سے مباہلہ (جھوٹے پر لعنت کیلئے بددعا) کرتا ہے تو نہ بڑا باقی رہتا ہے نہ چھوٹا بچتا ہے اس سے مباہلہ کرنے کا مطلب تباہی کو دعوت دینا ہے اگر آپ مسیح کے متعلق اپنے خیالات اور اپنے دین پر قائم رہنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس (نبیؐ) کو اسی حالت میں (بلا فیصلہ کن مرحلہ) الوداع کہو اور اپنے ملک کی راہ لو۔ سب نے امیر کی بات بڑے غور سے سنی اور کسی کو شک بھی نہ گزرا کہ اس نے جو بات کی یہی خلاصی کا راستہ ہے اگرچہ اکثریت مسیح علیہ السلام کے متعلق اس رائے کو اجنبی خیال کررہی تھی۔ جو امیر نے لفظوں میں بیان کی (کہ مسیح وہی کچھ ہے جو محمدؐ نے اس کے متعلق کہا ہے)۔ مباہلہ کا نتیجہ نامعلوم سہی مگر متوقع انجام سب کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہا تھا۔ سب نے اسی الوداع میں خیریت محسوس کی سورج ضیاً پاشی کرنے لگا رات کی بات اجالے میں آنکھوں کے سامنے گھومنے لگی۔ حقیقت منتظر اور جلی ہورہی تھی۔ ہر کوئی بلا الوداع کہے الوداع اے یثرب الوداع دل کی دھڑکن کے ساتھ سن رکھا تھا۔ مباحثہ کا انجام ونتیجہ باوجود قریب تر ہونے کے ظاہر نہ کرنے پر سب مہمان متفق ہیں۔

سراج منیر، باوجود میدان ہاتھ میں ہونے کے آپے سے باہر نہیں۔ کون جیتا کون ہارا کے نتیجہ میں بدلنے کا خواہش مند۔ بہتے دریا کیطرح پرسکون سورج بلند ہونے لگا مہمان اپنی قرارداد میزبان کو سنانے کیلئے چلتے ہیں۔

امیر قافلہ:۔ اے ابوالقاسم ہم نے طے کیا ہے کہ مباہلہ سے اجتناب کریں آپ کو آپکا دین مبارک ہم اپنے دین کیساتھ ہی واپس ہونگے۔ ہم آپ کے خیالات کی قدر کرتے ہیں چند ایک امور اموال کے متعلق حل طلب ہیں آپ ہمارے ساتھ اپنا معتمد ساتھی بھیج دیں تاکہ آپ کا نقطہ نظر واضح کرسکیں (یعنی جزیہ ادا کریں گے)

رؤف ورحیم میزبانؐ مہمانوں کو زچ نہیں کرتے جیتا ہوا میدان مارنے سے عمداً چشم پوشی کرتے ہیں فرمایا آپکا سوال بہت خوب۔ شام تک آپ کے لئے بااعتماد ساتھی کا بندوبست کردوں گا۔ شام کے وقت فدایان تشریف فرما ہیں آپ نے دائیں بائیں نگاہ دوڑائی انتخاب ''ابوعبیدہ بن جراح'' کا ہوا۔ فرمایا ابو عبیدہ ان کے ساتھ جایئے اور اختلافی معاملات میں حق کے مطابق فیصلہ سنایئے۔

قافلہ نجران کیلئے مدینہ منورہ کو الوداع کہتا ہے، تینوں رئیس اور کرز بن علقمہ اپنی اپنی سوچوں میں گم خاموش، قافلے کے شور وشغب سے بے خبر سفر جاری رکھے ہوئے ہیں۔ کرز بار بار اطراف مدینہ کو گہری نگاہوں سے دیکھتا ہے گویا محبوب کے گھر کی جدائی دل تھامے ہوئے ہے۔

قافلہ مدینہ کی حدود سے باہر ہونے والا تھا کہ اس نے اپنی اونٹنی کی لگام کھینچ دی۔ اپنے بھائی اسقف ابوحارثہ اور دوسرے دونوں روساً کو مخاطب کیا ''**انکم لا عزۃ واللہ علی ولکن الحق الذی امنت بہ قلوبکم احب الی من صحبتکم فامضوا حیث شئتم ستشبثوا بما رغبتم اما أنا فلن أوثر علی الحق وعلی مرضاۃ الحق ای شئی**''.

اللہ کی قسم تم مجھے بڑے عزیز ہو لیکن جس حق کی صداقت پر تمہارے دل گواہی دے چکے ہیں اس حق کی صحبت مجھے تم سے زیادہ عزیز ہو رہی ہے۔ ساتھیوں تم جدھر چاہو جاؤ جن نعمتوں سے چاہو مستفید ہو مگر میں حق اور اس کی رضا جوئی پر کوئی سودا نہیں کروں گا۔ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی اونٹنی کو واپس مدینہ منورہ کی راہ پر ڈال دیا اور ایک نئی روحانی خوشی اور سرور محسوس کرتے ہوئے ھُدی الاپتے ہوئے متبعین حق کے قافلہ میں شریک ہوگیا۔